OPEN ACCESS
Al-Qālam القلم
P-ISSN: 2071-8683; E-ISSN: 2707-0077
Volume 29, Issue, 1, 2024
http://alqalamjournalpu.com/

حروف معانی کا استعمال اور ترجمہ و تفسیر قرآن پر ان کا اثر

The use of ḥurūf al-ma‘ānī and their impact on translation and interpretation of the Holy Qur’ān

Muhammad Asif
.Lecturer, Govt.Graduate College, Bahawalnagar, Pakistan
Dr. Humaiz Hamid Hamza
Assistant Professor, Govt Graduate College Bahawalnagar, Pakistan

Abstract

KEYWORDS:

Qur’ānic, Important, Abrogating, Classical, Grammar, Convey, Particles, Meanings, Scholars

Date of Publication:
25-06-2024

The study of ḥurūf al-ma‘ānī (meaningful particles) is an important aspect of the Arabic language. Ḥurūf al-ma‘ānī refer to particles that inform about the meanings of something other than themselves. Acknowledging the significance of these particles, the classical scholars of grammar, hermeneutics, and jurisprudence discussed them in their works. In Arabic, ḥurūf al-ma‘ānī are employed to convey different meanings according to the context. This lends them new meanings. Due to the importance of these particles, the scholars of the Qur’ānic sciences necessitated the knowledge of their proper usage for a Qur’ānic commentator in addition to other sciences (like the Qur’ānic sciences, ḥadīth sciences, jurisprudence, the knowledge of the abrogating and abrogated verses, and the Arabic language) so that they could interpret the Qur’ān according to the context. In the modern period, the knowledge of these ḥurūf al-ma‘ānī is compulsory to interpret the Qur’ān correctly and avoid errors. This study aims to explain the meanings of ḥurūf al-ma‘ānī and their impact on the Qur’ānic exegesis. It is an analytical study, which relies on the classical and modern sources of grammar, Qur’ānic sciences, and jurisprudence. The knowledge of these ḥurūf al-ma‘ānī and their impact on the Qur’ānic exegesis is required in modern times.

تعارف

حروف معانی کا مطالعہ عربی زبان کے پہلوؤں میں سے ایک نمایاں پہلو ہے۔ حروف معانی سے مراد وہ حروف ہیں جو اپنے علاوہ غیر کا معنی بتانے کے لیے آئیں۔ حروف معانی کی اہمیت کے پیش نظر پہلے دور کے نحو، علوم القرآن اور اصول فقہ کے علماء نے اپنی تصنیفات میں حروف معانی کو جگہ دی۔ عربی زبان میں حروف معانی کو مختلف جملوں اور عبارات میں سیاق وسباق کے مطابق مختلف معانی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جس سے متعلقہ عبارت کے نئے معنی سامنے آتے ہیں۔علوم القرآن کے ابتدائی دور کے مصنفین نے بھی حروف معانی کی اہمیت کو جانتے ہوئے تفسیر قرآن کرنے والے کے لیے جہاں دوسرے بہت سے علوم مثلا (علوم القرآن، علوم الحدیث، علوم فقہ، ناسخ و منسوخ، اور عربی زبان وغیرہ) کی معرفت ضروری قرار دی ہے وہیں ایک مفسر کے لیے حروف معانی کی پہچان اور ان کا برمحل استعمال جاننا بھی ضروری قرار دیا ہے تاکہ قرآن کی تفسیر میں نظم قرآن کی رعائیت رکھتے ہوئے تفسیر کی جائے عصر حاضر میں تفسیر قرآن کے درست فہم کے لیے حروف معانی کی معرفت بہت ضروری ہے تاکہ ان حروف معانی کا استعمال جان کر سیاق وسباق کی مناسبت سے ان حروف سے نظم قرآن کے مطابق درست معنی مراد لیا جا سکے، اور اس ضمن میں غلطی سے بچا جا سکے۔

اس تحقیق کا مقصد حروف کے معانی جاننا اور ان کے تفسیر قرآن پر اثرات کی پہچان کرنا ہے۔اس مقصد کے لیے تجزیاتی نقطہ نظر پر انحصار کیا ہے۔ یہ تحقیق علم نحو، علوم القرآن اور اصول فقہ کے قدیم اور جدید ذرائع پہ مبنی ہے۔ عصر حاضر میں ضرورت ہے کہ حروف معانی کی معرفت حاصل کر کے ترجمہ اور تفسیر قرآن پر ان کے اثرات کی نشاندہی کی جائے۔

حروف مبانی کا مفہوم

حروف مبانی کی تعریف کرتے ہوئے ڈاکٹر محمود سعد لکھتے ہیں:

"وهی الحروف التہجی ،اعنی حروف الهجاء الموضوعة لغرض التركيب لا للمعنى ،وهذه الحروف تزاد فی الكلم ويجعل المجموع دالا على المقصود وهذه الحروف هی:الف التثنية،وواو الجمع،ويا النسبة،وتاء التانيث والف التانيث"[1]۔ حروف ہجاء سے مراد وہ حروف ہیں جو ترکیب کی غرض سے وضع کیے گئے ہیں، یہ حروف کلام میں اضافہ کرتے ہیں اور مرکب شدہ مجموعے کو اس قابل بناتے ہیں کہ وہ معنی مققصود پر دلالت کرے اور اس کا مفہوم واضح کرے ان حروف میں سے ایک الف، تثنیہ کا جیسے (سمعا) اور واو جو جمع کے لیے آتی ہے جیسے (سمعوا) اور جو یاء نسبت کے لیے آتی ہے اس کا بھی یہی مقصود ہوتا ہے جیسے (عربی، عراقی)۔

حروف معانی کا مفہوم

حروف معانی سے مراد وہ حروف ہیں جو اپنے علاوہ دوسرے کا معنی بتانے کے لیے آتے ہیں[2]۔ جیسے (خرجت من بلد) اس مثال میں (من) حرف معنی ہے جو خروج کا مقام بتارہاہے کہ نکلنے کا مقام شہر ہے۔اسی طرح اس مثال (دخلت فی السوق) میں، کہ میں بازار میں داخل ہوا۔ یہاں پر (فی) حرف معنی ہے اور داخل ہونے کی جگہ کے متعلق بتارہاہے کہ میں بازار میں داخل ہوا۔ ایسے ہی حرف (لکن) ہے یہ استدراک کے لیے آتا ہے جیسے (مامررت بخالدلکن عبد الله)، یہاں پر لکن استدراک کے لیے ہے،ایسے ہی (ام) بھی حروف معانی میں سے ایک حرف معنی ہے جو کئی معانی کے لیے استعمال ہوتا ہے، پھر یہ (ام) متصلہ بھی ہوتا ہے اور منقطعہ بھی ہوتا ہے۔ ایسے ہی حرف (بل) ہے یہ اضراب کے لیے آتا ہے یعنی اعراض اور روگردانی کے لیے ،یعنی اس سے پہلے جو کلام چل رہاہو اس سے اعراض کرنے کے لیے آتا ہے۔

حروف کی معانی کے اعتبار سے تقسیم

معانی کے اعتبار سے حروف کی درج ذیل پانچ اقسام ہیں۔

1۔ اسم کے ساتھ خاص معانی جیسے معرفہ ہونا۔

2۔ فعل کے ساتھ معانی کا خاص ہونا جیسے حروف تنفیس (س، سوف)

3۔ جملہ کے ساتھ خاص معانی جیسے نفی اور تاکید۔

4۔ معانی کی ایک قسم وہ ہے جو دو مفردوں کے درمیان ربط اور تعلق کا فائدہ دیتی ہے جیسے "جاء زيد و عمرو" اس مثال میں زید اور عمرو دونوں مفرد ہیں اور درمیان میں حرف واو نے ان دونوں کے درمیان ربط کا کام کیا۔

5۔ دو جملوں کے درمیان ربط اور تعلق کا فائدہ دیتے ہیں جیسے "جاء زيد وذهب عمرو" اس مثال میں جاء زيد بھی جملہ ہے اور ذهب عمرو بھی جملہ ہے اور ان کے درمیان واو حرف ربط ہے۔[3]

حروف معانی کی تعداد

بعض نحویوں نے حروف معانی کی تعداد تہتر بتائی ہے، لیکن بعض دوسرے حضرات نے ان میں کچھ حروف کا اضافہ کیا ہے، جبکہ بعض نے نوے کے قریب حروف ذکر کیے ہیں، جبکہ کچھ کلمات کے حرف ہونے میں اختلاف کیا گیا ہے اگر ان کو بھی حرف مان لیا جائے تو ان کی تعداد سو سے بھی بڑھ جاتی ہے، لیکن یہ سب کے سب حروف پانچ اقسام میں منقسم ہیں۔

1۔ حروف احادی: یعنی ایک ایک استعمال ہونے والے حروف، جیسے ہمزہ، باء، تاء، کاف، میم۔

2۔ حروف ثنائی: یعنی دو دو استعمال ہونے والے حروف، جیسے اذ، ال، ام، او۔

3۔ حروف ثلاثی: یعنی تین تین استعمال ہونے والے حروف، جیسے اجل، اذن، اذا، اما۔

4۔ حروف رباعی: یعنی چار چار استعمال ہونے والے حروف، جیسے اذما، الا، لعل، لکن، لما۔

5۔ حروف خماسی: ان سے مراد وہ حروف ہیں جو پانچ پانچ استعمال ہوتے ہیں، جیسے لکن، انتما، انتن۔[4]

حروف معانی کے ترجمہ اور تفسیر قرآن پر اثرات کی مثالیں

اس تحقیق میں سہ حرفی استعمال ہونے والے تین حروف معانی (اِلیٰ، بلیٰ، ثم) کا استعمال بتایا جائے گا کہ یہ حروف کن کن معانی میں استعمال ہوتے ہیں اور ان کے ان مختلف معانی کا ترجمہ اور تفسیر قرآن پر کیا اثر پڑتا ہے اور کس طرح ایک قاری کے سامنے آیات کے مختلف معانی آتے ہیں۔

حرف (اِلیٰ) کا استعمال اور تفسیر قرآن پر اس کا اثر

ابن عقیلہ المکی (متوفی 1150ھ) "الیٰ" کا استعمال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"حرف جر له معان:اشهرها انتهاء الغاية زمانا ومكانا۔منها المعيةک مع وذالک اذا ضممت شيئا الیٰ آخر فی الحكم به او عليه او التعلق ومنها الظرفية ک فی ومنها مرادفة اللام ومنها لتبيين"۔5

کہ "الیٰ" حرف جر کے کئی معانی ہیں، زیادہ مشہور معنی زمانے کے اعتبار سے غایت کی انتہا ہے اور مکان کے اعتبار سے، ایک معنی "الیٰ" کا معیت ہے (مع کی طرح) اور یہ تب ہوتا ہے جب ایک چیز کو دوسری کے ساتھ اس سے حکم لگانے میں یا اس پر حکم لگانے میں یا تعلق میں ملا دیا جائے۔ ان میں سے ایک معنی ظرفیت کا ہے "فی" کی طرح، ان میں سے ایک معنی لام (حرف جر) کے مرادف ہونا اور ان میں سے ایک معنی تبیین ہے۔

انتہا غایت زمانی کی مثال اللہ تعالی کا ارشاد "**ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ**"6 اس مثال میں "الیٰ" زمانے کی انتہا کے لیے ہے کہ روزے کا وقت رات کے شروع ہونے کے وقت تک ہے۔ اسی طرح "الیٰ" انتہائے غایت مکانی کے لیے بھی آتا ہے، اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا ارشاد "**مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى**"[7] اس میں مکان کی انتہا کے لیے ہے کہ (مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک)۔ یہ اشخاص اور احداث (مصادر) میں غایت کی انتہا کے لیے بھی آتا ہے، اشخاص میں غایت کی انتہا کی مثال "**جئت اليک**" یعنی میرا آنے والا فعل آپ تک پہنچ کر ختم ہو گیا، اور مصادر میں غایت کی انتہا کی مثال "**اصل بالتقوی الیٰ رضا الله**" اس میں "الیٰ" مصدر، رضا میں غایت کی انتہا کے لیے ہے۔[8]

"الیٰ" کے انتہا کے لیے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ ابتداء غایت کی انتہا ہوتا ہے، اب اس میں یہ بھی جائز ہے کہ "الیٰ" کے مابعد کا پورے کا پورا یا اس کا کوئی جزو ما قبل میں داخل ہو یا داخل نہ ہو، جیسے "سرت من البیروت الی دمشق" کہ میں بیروت سے دمشق تک چلا۔ اب یہ بھی ممکن ہے کہ تم دمشق میں داخل ہوئے ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ داخل نہ ہوئے ہو کیونکہ انتہا، حد کے شروع اور آخر دونوں کو شامل ہوتی ہے اور اس حد سے آگے بڑھنا ممتنع ہے۔[9]

"الیٰ" کے مابعد کا اس کے ما قبل میں داخل ہونے کی مثال اللہ تعالیٰ کا ارشاد "إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَ أَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ"10 اس مثال میں "الیٰ" کا مابعد یعنی مرافق (کہنیاں) ما قبل یعنی غَسل کے مفہوم میں داخل ہیں، یعنی وضو میں ان کا دھونا بھی ضروری ہے جیسے ہاتھوں کا دھونا ضروری ہے۔ اسی طرح کبھی "الیٰ" کا مابعد اس کے ما قبل میں داخل نہیں ہوتا اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا ارشاد "ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ"11 ہے۔ اس میں رات کا ایک جزو بھی روزے کے مفہوم میں داخل نہیں ہے۔[12]

اگر کوئی قرینہ موجود ہو جو "الیٰ" کے مابعد کو اس کے ما قبل میں دخول پر دلالت کرے تو یہ داخل ہو گا، اور اگر عدم دخول پر قرینہ موجود ہو تو یہ داخل نہیں ہو گا اور اگر اس کے داخل یا خارج ہونے پر کوئی قرینہ نہ ہو تو اگر "الیٰ" کا مابعد اس کے ما قبل کی جنس سے ہو تو داخل ہونا اور نہ ہونا بھی جائز ہے جیسے "سرت فی النہار الی العصر" کہ عصر، دن کے مفہوم میں داخل ہو بھی سکتی ہے اور نہیں بھی۔ اور اگر مابعد ما قبل کی جنس سے نہ ہو تو کثیر اور غالب یہ ہے کہ داخل نہیں ہو گا جیسے "سرت فی النہار الی اللیل"۔13

2۔ "الیٰ" کو، معیت کے معنی میں بھی استعمال کیا جاتا ہے یعنی "مع" کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، اور یہ تب ہوتا ہے جب ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ اس پر حکم لگانے میں یا تعلق میں ملایا جائے جیسے اللہ تعالیٰ کے ارشاد "مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ"14 یعنی کون اپنی نصرت کو اللہ تعالیٰ کی نصرت کے ساتھ ملاتا ہے یا یہ کہ کون میری مدد کرتا ہے اس حال میں کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف جا رہا ہوں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے اس فرمان "وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَهُمْ إِلَى أَمْوَالِكُمْ"15 یعنی نہ کھاؤ تم ان کے مالوں کو اپنے مالوں کے ساتھ ملا کر۔ ان مثالوں میں "الیٰ"، مع کے معنی میں ہے۔[16]

3۔"الیٰ" کو "فی" کی طرح ظرفیت کے معنی میں بھی استعمال کیا جاتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد "لَيَجْمَعَنَّكُمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ"17 میں ،یعنی "فی یوم القیامۃ" اور اسی طرح اس فرمان باری تعالیٰ" فَقُلْ هَلْ لَكَ إِلَى أَنْ تَزَكَّى "18 میں۔ان دونوں آیات میں "الیٰ" ،کا استعمال "فی" ظرفیت کے معنی میں ہوا ہے۔

4۔"الیٰ" کو کبھی "ل" حرف جر کے مترادف کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد "وَالْأَمْرُ إِلَيْكِ"19 میں "الیٰ" کو اسی "ل" حرف جر کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے یعنی "والامر لک"۔

5۔"الیٰ" کا ایک معنی تبیین (وضاحت کرنا) بھی ہے۔اس وقت یہ فعل تعجب یا اسم تفضیل کی وجہ سے بغض یا حب کا فائدہ دینے کے بعد اپنے مجرور کی فاعلیت کو بیان کرتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد "قَالَ رَبِّ السِّجْنُ أَحَبُّ إِلَيَّ"20 اس آیت میں "الیٰ" اسم تفضیل کے بعد واقع ہونے کی وجہ سے "سجن" یعنی جیل کی محبت کا فائدہ دے رہا ہے اور مجرور (ضمیر متکلم) کی فاعلیت کو بیان کر رہا ہے۔[21]

6۔"الیٰ" کبھی تاکید کا معنی دینے کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے ،اس وقت یہ زائدہ ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد "فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ"22۔ یہاں پر "الیٰ" تاکید کا معنی دینے کے لیے استعمال ہوا ہے۔

حرف (بلیٰ) کا استعمال اور ترجمہ وتفسیر قرآن پر اس کا اثر

حرف "بلیٰ" کا استعمال بیان کرتے ہوئے علامہ زرکشیؒ (متوفی 794ھ) فرماتے ہیں:

"بلیٰ لها موضعان احدهما:ان تكون رد النفى يقع قبلها كقوله تعالىٰ:{مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوءٍ بَلَى إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ} اى علمتم السوء وقوله تعالىٰ {لَا يَبْعَثُ اللَّهُ من يموت بلى}وقوله تعالى: {ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الأميين سبيل}ثم قال: {بلى} اى عليهم سبيل۔
والثانى:ان تقع جوابا لاستفهام دخل عليه نفى حقيقة فيصير معناها التصديق لما قبلها كقولك الم اكن صديقك الم احسن اليك فتقول بلىٰ اى كنت صديقى ومنه قوله تعالىٰ: {أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ قالوا بلى قد جاءنا نذير}ومنه :

{ألست بربكم قالوا بلى}،اى انت ربنا فهى فى هذا الاصل تصديق لما قبلها وفى الاول رد لما قبلها وتكذيب وقوله: {يُنَادُونَهُمْ أَلَمْ نَكُنْ مَعَكُمْ قالوا بلى} اى كنتم معنا ويجوز ان يقرن النفى بالاستفهام مطلقا اعم من الحقيقى والمجازى فالحقيقى كقوله : {أَمْ يَحْسَبُونَ أنا لا نسمع سرهم نجواهم بلى} : {أيحسب الإنسان ألن نجمع عظامه بلى}" ۔23

حرف "بلیٰ" دو معانی کے لیے ہوتا ہے۔

1۔اس نفی کو رد کرتا ہے جو اس حرف سے پہلے واقع ہوتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد "**مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوءٍ بَلَى إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ**"24 یہاں "بلیٰ" سابقہ نفی کو رد کر رہا ہے۔یعنی تم نے برے اعمال کیے ہیں،اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد "**لَا يَبْعَثُ اللَّهُ مَنْ يَمُوتُ بَلَى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا**"25یعنی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مردوں کو اٹھائیں گے۔اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد "**ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْأُمِّيِّينَ سَبِيلٌ**"26 کہ یہ یہودی خیانت اس وجہ سے کرتے ہیں کہ ان کا کہنا یہ ہے کہ ہم پر امیوں (ان پڑھ) کے ساتھ خیانت کرنے کی وجہ سے کوئی گناہ نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا "بلیٰ" کیوں نہیں،یعنی ان پر گناہ ہے۔

2۔"بلیٰ" کا دوسرا استعمال یہ ہے کہ یہ ایسے استفہام کا جواب واقع ہوتا ہے جس پر حقیقتاً نفی داخل ہوتی ہے،تو اس کا معنی ما قبل کی تصدیق کرنا ہے جیسے تمہارا یوں کہنا "**الم اكن صديقك**" (کیا میں تمہارا دوست نہیں؟) اور "**الم احسن اليك؟**" کہ (کیا میں نے تمہارے ساتھ نیکی نہیں کی؟) تو تم جوب میں کہتے ہو "بلیٰ" کہ ہاں تم میرے دوست ہو۔اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اسی قبیل سے ہے "**أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ 0 قَالُوا بَلَى قَدْ جَاءَنَا نَذِيرٌ**"27 کہ کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا تو کفار کہیں گے کہ کیوں نہیں ہمارے پاس ڈرانے والا آیا تھا۔اس طرح اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی "**أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَى**"28 کہ کیا میں تمہارا رب نہیں تو ان سب نے کہا "بلیٰ" کیوں نہیں یعنی آپ ہمارے رب ہیں،تو یہ اصل میں ما قبل کی تصدیق کے لیے ہے۔اسی طرح اللہ تعالیٰ کا

یہ ارشاد بھی "يُنَادُونَهُمْ أَلَمْ نَكُنْ مَعَكُمْ قَالُوا بَلَى"29 کہ منافقین آخرت میں مومنین کو کہا کریں گے کہ ہم دنیا میں تمہارے ساتھ نہ تھے تو مومنین کہیں گے "بلیٰ" کیوں نہیں تم ہمارے ساتھ تھے۔

یہ صورت بھی جائز ہے کہ نفی کو استفہام کے ساتھ مطلقاً ملا دیا جائے خواہ نفی حقیقی ہو یا مجازی۔ نفی حقیقی کی مثال اللہ تعالیٰ کا ارشاد "أَمْ يَحْسَبُونَ أَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ بَلَى"30 کیا یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم ان کی پوشیدہ باتوں کو اور سرگوشیوں کو نہیں سنتے، کیوں نہیں (ہم سنتے ہیں)۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں بھی "أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَلَّنْ نَجْمَعَ عِظَامَهُ 0 بَلَى"31 کہ کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیوں کو ہرگز جمع نہیں کریں گے؟ کیوں نہیں؟ ضرور جمع کریں گے۔

جمہور کا کہنا یہ ہے کہ "بلیٰ قادرین" کی تقدیری عبارت ہے "بل نحییها قادرین" (کہ ہم اس انسان کو زندہ کریں گے اس حال میں کہ ہم قادر ہیں) اس لیے کہ انسان کا گمان ہڈیوں کو جمع کرنے کی نفی پر واقع ہوا ہے اور "بلیٰ" فعل نفی کو ثابت کرتا ہے لہذا مناسب یہ ہے کہ جس جمع کرنے کا ذکر اس کے بعد ہے وہ ایجاب کے طور پر ہو۔ اور فراءؒ کہتے ہیں کہ اس کی تقدیری عبارت "فلنحیها قادرین" ہے۔ اس لیے کہ "ایحسب" اس پر دلالت کر رہا ہے لیکن یہ ضعیف قول ہے۔[32]

نفی مجازی کی مثال اللہ تعالیٰ کا ارشاد "أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَى"33 یہاں پر استفہام اپنی حقیقت پر نہیں ہے بلکہ تقریر کے لیے ہے۔ لیکن انہوں نے تقریر کے ساتھ نفی کو "بلیٰ" کے ساتھ رد کرنے میں خالی نفی کے قائم مقام کیا ہے۔ اسی لیے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اگر وہ (جواب میں بلیٰ کی بجائے) **نعم** کہتے تو کافر ہو جاتے، اس کی وجہ یہ ہے کہ "**نعم**" ہمزہ کے مابعد کی تصدیق کرتا ہے خواہ وہ نفی ہو یا اثبات ہو۔[34]

حرف (ثم) کا استعمال اور ترجمہ وتفسیرِ قرآن پر اس کا اثر

"**ثم**" ترتیب مع التراخی کے لیے آتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد "لِمَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدَى "35 کہ اس میں "ثم" ترتیب کے لیے نہیں ہو سکتا، اس میں (ثُمَّ اهْتَدَى) یہ (ثُمَّ دام على الهداية)

کے معنیٰ میں ہے،اس کی دلیل یہ آیت ہے " وَآمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَآمَنُوا ثُمَّ اتَّقَوْا وَأَحْسَنُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ " 36 اس آیت میں ایمان لانے کا ذکر کرنے کے بعد "ثم" کے ساتھ دوبارہ ایمان لانے کا ذکر کیا گیا ہے اس میں دوبارہ ایمان لانے سے مراد دوام علی الایمان ہے۔

کبھی "ثم" صرف خبروں کی ترتیب کے لیے آتا ہے نہ کہ مخبر عنہ (جس کے بارے میں خبر دی گئی ہو) کی جیسے " فَإِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللَّهُ شَهِيدٌ "37 اور" وَاسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ "38ان دونوں آیات میں خبر کی ترتیب کے لیے"ثم" آیا ہے، جیسے تم کہتے ہو"زید هو عالم کریم ثم هو شجاع"۔39

شیخ ابن بریؒ (متوفی 582ھ) کہتے ہیں کہ "ثم" زیادہ تر دو رتبوں کے درمیان تفاوت (فرق اور جدائی) بیان کرنے کے لیے آتا ہے، جو تفاوت متکلم کے ارادے میں ہوتا ہے، اور اس میں فعل کے دو مرتبوں کے درمیان تفاوت ہوتا ہے۔ اور فاعل کے دو رتبوں کے درمیان تفاوت سے سکوت ہوتا ہے جیسے " الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّورَ ثُمَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ "40 یہاں پر "ثم "عدل کے رتبے سے خلق اور جعل کے رتبے کی جدائی کو بیان کرنے کے لیے ہے اور اس کے ساتھ ساتھ عادلیں کے وصف سے سکوت ہے، اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے" فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ 0 وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْعَقَبَةُ 0 فَكُّ رَقَبَةٍ 0 أَوْ إِطْعَامٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ 0 يَتِيمًا ذَا مَقْرَبَةٍ 0 أَوْ مِسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ 0 ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ"41 یہ "ثم" فک (گردن چھڑانے) اور اطعام (کھانا کھلانے) کے رتبے کی ایمان کے رتبے سے جدائی کو بیان کرنے کے لیے ہے، مگر اس میں مومنین کے وصف سے زیادہ تعرض کیا گیا ہے اس قول کے ساتھ (وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ)

کلمہ تراخی "ثم" دو مرتبوں کے تباین (جدائی) پر ایسے ہی دلالت کرتا ہے جیسے دو وقتوں کے تباین پر دلالت کرتا ہے ،یعنی خیر پر استقامت کا مرتبہ ،بذاتہ خیر کے مرتبے سے جدا ہے، اس لیے کہ استقامت خیر سے اعلیٰ و افضل ہے[42]، اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی اسی قبیل سے ہے "إِنَّهُ فَكَّرَ وَقَدَّرَ 0 فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ 0 ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ "43 اگر تم یہ کہو کہ اس کا کیا مطلب ہے کہ "ثم" تکرار دعا میں داخل ہوتا ہے ؟ میں کہوں گا کہ (اس کا مطلب) یہ اس پر دلالت کرتا کہ دعا میں تکرار ثانی، تکرار اولی سے زیادہ بلیغ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد "ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ "44 کے بارے میں کہتے ہیں کہ ایمان رتبہ

اور فضیلت میں عتق (غلام کی آزادی) اور صدقہ سے متراخی اور بعید ہے نہ کہ وقت میں، یہاں "ثم" اس مقصد کے لیے ہے کیونکہ ایمان باقی اعمال پر سابق اور مقدم ہے۔[45]

علامہ زمخشریؒ (متوفی 538ھ) اللہ تعالیٰ کے ارشاد " **ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا "46** کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہاں پر "ثم" نبی کریم ﷺ کے مرتبہ کی تعظیم اور آپ ﷺ کے مقام کی بلندی ہے اور اس بات کی اطلاع ہے کہ جو اکرام واعزاز حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو عطا کیا گیا، آپ ﷺ اس سے اعلیٰ واشرف ہیں اور ملت ابراہیمی میں جو نعمت رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرنے والوں کو دی گئی آپ اس سے جلیل القدر ہیں۔ اس تقدیر سے یہ اعتراض دور ہو گیا کہ "ثم" کبھی ترتیب اور مہلت سے نکل جاتا ہے اور واو کی طرح ہو جاتا ہے، اس لیے کہ یہ اعتراض تب درست ہو گا جب (ہم یہ کہیں کہ) یہ "ثم" لازمی طور پر ترتیب زمانی کا تقاضا کرتا ہے، لیکن جب ہم یہ کہیں کہ یہ تفاوت کے لیے اور تراخی عن الزمان کے لیے آتا ہے تو یہ آیات مبارکہ جو ذکر کی گئی ہیں ان میں سے کسی چیز سے انفصال کا محتاج نہیں ہے، ہم یہ نہیں کہتے کہ "ثم" کبھی واو کے معنی میں ہوتا ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ یہ تراخی فی الزمان کے لیے ہے اور اسی کو مہلت سے تعبیر کیا جاتا ہے، اور مہلت زمانیہ کے ارادے کے بغیر صلات وغیرہ میں تباین کے لیے آتا ہے، بلکہ یہ کہ معطوف بہ کے موقع اور حال کو بھی جان لینا چاہیے اور یہ بھی کہ اگر یہ منفرد ہو تو یہ مقصود کے لیے کافی ہو گا، اور اس میں ترتیب زمانی کا ارادہ نہیں کیا گیا بلکہ معطوف علیہ کے حال کی تعظیم اور اس کی توقع مقصود ہے اور نفس کو اس کا اعتبار کرنے کی تحریک دینا مقصود ہے۔[47]

"ثم" کا استعمال بتاتے ہوئے علامہ زرکشی فرماتے ہیں:

> **"وقيل تاتى للتعجب بنحو: {ثم الذين كفروا بربهم يعدلون}، وقوله: {ثم يطمع أن أزيد كلا}، وقيل بمعنى واو العطف كقوله: {فَإِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثم الله شهيد} اى هو شهيد والصواب انها على بابها لما سبق قبله وقوله تعالىٰ: {وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنَاكُمْ ثُمَّ قُلْنَا للملائكة اسجدوا} وقد امر الله الملائكة بالسجود قبل خلقنا فالمعنى وصورناكم۔**

وقیل علی بابها والمعنی ابتداءنا خلقکم لان الله تعالیٰ خلق آدم من تراب ثم صوره و ابتداء خلق الانسان من نطفة ثم صوره۔واما قوله: {خَلَقَكُمْ مِنْ طين ثم قضی أجلا}وقد کان قضی الاجل فمعناه اخبرلم انی خلقته من طین ثم ااخبرکم انی قضیت الاجل کما تقول کلمتک الیوم ثم کلمتک امس ای انی اخبرک بذلک ثم اخبرک بهذا وهذا یکون فی الجمل ،فاما عطف المفردات فلا تکون الا للترتیب قاله ابن فارس ۔

قیل وتاتی زائدة کقوله تعالیٰ:{وعلی الثلاثة الذین خلفوا} الی قوله : {ثم تاب علیهم}،لان تاب جواب اذا من قوله : {حَتَّى إذا ضاقت}۔

وتاتی للاستیناف کقوله تعالیٰ:{وَإِنْ يُقَاتِلُوكُمْ يُوَلُّوكُمُ الأدبار ثم لا ینصرون}،فان قیل:ما المانع من الجزم علی العطف؟ فالجواب انه عدل به عن حکم الجزاء الی حکم الاخبار ابتداء کانه قال ثم اخبرکم انهم لا ینصرون"۔48

"ثم" کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ یہ تعجب کے لیے آتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد" ثُمَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ"49 اور" ثُمَّ يَطْمَعُ أَنْ أَزِيدَ 0 كَلَّا"50 یہاں پر"ثم" تعجب کے لیے استعمال ہوا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ "ثم" واو عطف کے معنی میں آتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد " فَإِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللَّهُ شَهِيدٌ عَلَى مَا يَفْعَلُونَ "51یعنی(هو شهید)اور" ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ "52 میں بھی "ثم"واو عطف کے معنی میں ہے۔

درست بات یہ ہے کہ "ثم" اپنے باب پر ہے (یعنی خبروں کی ترتیب کے لیے)۔جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد "وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنَاكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ "53 حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم ہم کو پیدا کرنے سے پہلے دیا تھا(اگر ثم کو ترتیب کے لیے مانیں تو تو سجدے کا حکم بعد میں ہونا لازم آتا ہے)تو ثابت ہوا کہ "ثم" خبر کی ترتیب کے لیے ہے یہاں[54]۔اور" خَلَقْنَاكُمْ "کا معنی یہ ہے"ابتدءنا خَلَقَكُمْ "یعنی(تمہیں پیدا کرنے کی ابتدا کی)اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا پھر ان کی صورت بنائی،اور انسان کی پیدائش کی ابتدا نطفہ سے کی پھر اس کی صورت بنائی۔اسی طرح اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد

میں " **خَلَقَكُمْ مِنْ طِينٍ ثُمَّ قَضَى أَجَلًا** "55 کہ (تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر تمہارے مرنے کا ایک وقت مقرر کیا)۔ حالانکہ مرنے کا وقت پیدا کرنے سے پہلے مقرر ہو چکا ہے تو (ثم ترتیب کے لیے نہ ہوا)، اس کا مطلب یہ ہے کہ میں تمہیں خبر دے رہا ہوں کہ میں نے ان (آدم علیہ السلام) کو مٹی سے پیدا کیا پھر تمہیں خبر دی کہ میں نے موت کا وقت مقرر کیا ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے تم کہتے ہو کہ میں نے تم سے کلام کیا پھر گزشتہ کل کلام کیا، یعنی میں نے تمہیں اس کی خبر دی۔ یہ تفصیل جملوں کے (عطف کے) بارے میں ہے، مفردات کے عطف میں **"ثم"** صرف ترتیب کے لیے ہوتا ہے یہ بات ابن فارسؒ نے کہی ہے۔

بعض نے کہا کہ یہ "ثم" زائدہ ہو کر بھی آتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد" **وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خُلِّفُوا حَتَّى إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوا أَنْ لَا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ** "56 اس لیے کہ " **تَابَ** "یہ " **حَتَّى إِذَا ضَاقَتْ** "میں" **إِذَا** "کا جواب ہے۔

"ثم" استیناف کے لیے بھی آتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں " **وَإِنْ يُقَاتِلُوكُمْ يُوَلُّوكُمُ الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُونَ** "57۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ مذکورہ آیت میں عطف کی بنا پر جزم سے کیا مانع ہے ؟یعنی (یہ استیناف کی بجائے عطف کے لیے ہو) تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس "ثم" کے ذریعے جزا کے حکم سے ابتداءِ خبر کے حکم کی طرف عدول کیا ہے، گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا (پھر اس نے تمہیں اس بات کی خبر دی کہ ان منافقین کی مدد نہیں کی جائے گی)۔

اگر کہا جائے کہ جزم دینے اور رفع دینے کے درمیان معنیً کیا فرق ہے ؟تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر جزم دی جائے تو مدد کی نفی ان کے جنگ کرنے سے مقید ہو جیسے ان کا پیٹھ پھیرنا (قتال کے ساتھ) مقید ہے اور اگر مرفوع پڑھا جائے تو مدد ایک مطلق وعدہ ہو گا، گویا اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ پھر ان کی شان اور قصہ یہ ہے کہ میں تمہیں اس کی خبر دے رہا ہوں اور ان کے پیٹھ پھیرنے کے بعد بشارت دے رہا ہوں کہ وہ رسوا ہوں گے، میں نے ان سے نصرت اور قوت کو روک لیا ہے، پھر وہ کامیابی کے ساتھ کھڑے نہیں ہو سکیں گے اور ان کا کام صحیح نہ ہو سکے گا۔[58]

تراخی کے معنی کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ زرکشیؒ فرماتے ہیں:

"فان قیل ما معنی التراخی فی ثم؟ قیل التراخی فی الرتبة لان الاخبار التی تتسلط علیھم اعظم من الاخبار بتولیھم الادبار وکقوله تعالى:{أَلَمْ نُهْلِكِ الْأَوَّلِينَ ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْآخِرِينَ}"۔59

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ "ثم" میں تراخی کا کیا مطلب ہے؟تو کہا جائے گا کہ تراخی رتبے میں مراد ہے، اس لیے کہ وہ خبریں جن کا تعلق ان پر مسلط ہونے اور غالب آنے سے ہے وہ ان کے پیٹھ پھیر کر بھاگنے کی خبر سے زیادہ عظیم ہیں(اور عظیم ہونے کا تعلق رتبے سے ہے) جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد" أَلَمْ نُهْلِكِ الْأَوَّلِينَ 0 ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْآخِرِينَ "60 یہاں پر"ثم"تراخی فی الرتبے کے لیے ہے۔

خلاصہ بحث

اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ عربی زبان میں حروف معانی کی اہمیت کس قدر ہے، جس کی وجہ سے اہل لغت اور آئمہ اصولیین نے حروف معانی کو اپنی تصانیف میں خاص جگہ دی۔ حروف معانی کو مختلف جملوں اور عبارات میں سیاق وسباق کے مطابق مختلف معانی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جس سے متعلقہ عبارت کے نئے معنی سامنے آتے ہیں ۔ان حروف معانی میں سے (الیٰ، بلیٰ، اور ثم) بھی ہیں۔ عربی زبان میں ان کا استعمال بہت زیادہ ہے اور ایک حرف ایک سے زائد معنی کے لیے استعمال ہوتا ہے جیسا کہ درج بالا تحقیق سے پتا چلا اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ ان حروف کے مختلف معانی میں استعمال کی وجہ سے ترجمہ وتفسیر پر کیا اثر پڑتا ہے۔اور کس طرح کلام کے ایک سے زائد معانی سامنے آتے ہیں۔

سفارشات

1۔اس تحقیق میں سہ حرفی، حروف معانی میں سے صرف تین حروف(الیٰ، بلیٰ، اور ثم) کو زیر بحث لایا گیا ہے، ان کے علاوہ بھی بہت سے حروف معانی ہیں جن کو جاننا ضروری ہے۔اور وسیع طرز پر تحقیقی کام کی ضرورت ہے۔

2۔(الیٰ، بلیٰ، اور ثم) کے ترجمہ وتفسیر قرآن کے علاوہ تشریح حدیث پر اثرات بھی ہیں، جو کہ ایم فل سطح پر کام کے لیے موضوع تحقیق بن سکتا ہے۔

3۔(الیٰ، بلیٰ، اور ثم) کے فقہی احکام پر اثرات کا جائزہ لیا جا سکتا ہے، فقہی احکام میں فقہاء نے ان حروف کے استعمال میں کیا منہج اختیار کیا ہے۔

4۔ عصر حاضر کے مفسرین کو بھی حروف معانی کی اہمیت کو سامنے رکھتے ہوئے تفسیر قرآن کے ضمن میں ان کے اثرات کو اجاگر کرنا چاہیے۔

حواشی وحوالہ جات

[1]۔ محمود سعد، دکتور، **حروف المعانی بین دقائق النحو ولطائف الفقہ**، الدراسات الاسلامیہ، 1988م، ص:13

Maḥmūd Saʿd, Duktur, Ḥurūf al-Maʿānī bayna Daqāʾiq al-Naḥw wa Laṭāʾif al-Fiqh, (al-Dirāsāt al-Islāmiyyah, 1988), 13-

[2]-الزجاجی، ابی القاسم، **الایضاح فی علل النحو**، بیروت، دار النفائس،(الطبعۃ الثالثۃ، 1399ھ-1979م)، ص:54

al-Zajjājī, Abī al-Qāsim, al-Īḍāḥ fī ʿIlal al-Naḥw, (Bayrūt: Dār al-Nafāʾis, al-Ṭabʿah al-Thālithah, 1399H/1979), 54-

3-المرادی، الحسن بن قاسم، **الجنی الدانی فی حروف المعانی**، بیروت، دار الکتب العلمیہ،(الطبعۃ الاولی، 1413ھ-1992)، ص:24

al-Murādī, al-Ḥasan ibn Qāsim, al-Jinī al-Dānī fī Ḥurūf al-Maʿānī, (Bayrūt: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, al-Ṭabʿah al-Ūlā, 1413H/1992), 24

4-المرادی، الحسن بن قاسم، **الجنی الدانی فی حروف المعانی**، ص:29

al-Murādī, al-Ḥasan ibn Qāsim, al-Jinī al-Dānī fī Ḥurūf al-Maʿānī, 29-

5 -المکی، ابن عقیلہ، **الزیادہ والاحسان فی علوم القرآن**، الامارات العربیۃ السعودیۃ، جامعۃ الشارقۃ،(الطبعہ الاولیٰ 1427ھ-2006م)، ج8، ص:45

al-Makkī, Ibn ʿAqīlah, al-Ziyādah wa al-Iḥsān fī ʿUlūm al-Qurʾān, (al-Imārāt al-ʿArabiyyah al-Saʿūdiyyah: Jāmiʿat al-Shāriqah, al-Ṭabʿah al-Ūlā, 1427H/2006), 8:45-

6۔ البقرۃ 187:2

al-Baqarah 2:187-

7۔ الاسراء 1:17

al-Isrāʾ 17:1-

8۔ الغلایینی، مصطفی، الشیخ، **جامع الدروس العربیۃ**، کوئٹہ، المکتبۃ المعروفیۃ،(الطبعۃ الرابعۃ، 2014)، ص:499

al-Ghalāyīnī, Muṣṭafā, al-Shaykh, Jāmiʿ al-Durūs al-ʿArabiyyah, (Kuwait: al-Maktabah al-Maʿrūfiyyah, al-Ṭabʿah al-Rābiʿah, 2014), 499-

9۔ ایضا

Ibid-

10۔ المائدہ 6:5

al-Māʾidah 5:6-

11۔ البقرۃ 187:2

al-Baqarah 2:187-

12۔ الغلایینی، مصطفی، الشیخ، **جامع الدروس العربیۃ**، ص:499

al-Ghalāyīnī, Muṣṭafā, al-Shaykh, Jāmiʿ al-Durūs al-ʿArabiyyah, 499-

13۔ ایضا، ص:500
Ibid, 500-

14۔ آل عمران 52:3
Āl ʿImrān 3:52-

15۔ النساء 2:4
al-Nisāʾ 4:2-

16۔ المکی، ابن عقیلہ، **الزیادہ والاحسان فی علوم القرآن**، ج8، ص:44
al-Makkī, Ibn ʿAqīlah, al-Ziyādah wa al-Iḥsān fī ʿUlūm al-Qurʾān, 8:44-

17۔ النساء 87:4
al-Nisāʾ 4:87-

18۔ النازعات 18:79
al-Nāziʿāt 79:18-

19۔ النمل 33:27
al-Naml 27:33-

20۔ یوسف 33:12
Yūsuf 12:33-

21۔ المکی، ابن عقیلہ، **الزیادہ والاحسان فی علوم القرآن**، ج8، ص:45
al-Makkī, Ibn ʿAqīlah, al-Ziyādah wa al-Iḥsān fī ʿUlūm al-Qurʾān, 8:45-

22۔ ابراہیم 37:14
Ibrāhīm 14:37-

23۔ زرکشی، بدر الدین، محمد بن عبد اللہ، **البرہان فی علوم القرآن**، بیروت، دار الکتب العلمیہ، س ن، ج4، ص:262
Zarkashī, Badr al-Dīn, Muḥammad ibn ʿAbd Allāh, al-Burhān fī ʿUlūm al-Qurʾān, (Bayrūt: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, n.d.), 4:262-

24۔ النحل 28:16
al-Naḥl 16:28-

25۔ النحل 38:16
al-Naḥl 16:38-

26۔ آل عمران 75:3
Āl ʿImrān 3:75-

27۔ الملک 8،9:67
al-Mulk 67:8-9-

28۔ الاعراف 172:7
al-Aʿrāf 7:172-

29۔ الحدید 14:57
al-Ḥadīd 57:14-

30۔ الزخرف 80:43

al-Zukhruf 43:80-

31۔ القیامۃ 75:4،3

al-Qiyāmah 75:3-4-

32۔ زرکشی، بدر الدین، محمد بن عبد اللہ، **البرہان فی علوم القرآن**، ج4، ص:262

Zarkashī, Badr al-Dīn, Muḥammad ibn ʿAbd Allāh, al-Burhān fī ʿUlūm al-Qurʾān, 4:262-

33۔ الاعراف 172:7

al-Aʿrāf 7:172-

34۔ زرکشی، بدر الدین، محمد بن عبد اللہ، **البرہان فی علوم القرآن**، ج4، ص:262

Zarkashī, Badr al-Dīn, Muḥammad ibn ʿAbd Allāh, al-Burhān fī ʿUlūm al-Qurʾān, 4:262-

35۔ طٰہٰ 82:20

Ṭāhā 20:82-

36۔ المائدہ 93:5

al-Māʾidah 5:93-

37۔ یونس 46:10

Yūnus 10:46-

38۔ ھود 90:11

Hūd 11:90-

39۔ زرکشی، بدر الدین، محمد بن عبد اللہ، **البرہان فی علوم القرآن**، ج4، ص:266

Zarkashī, Badr al-Dīn, Muḥammad ibn ʿAbd Allāh, al-Burhān fī ʿUlūm al-Qurʾān, 4:266-

40۔ الانعام 1:6

al-Anʿām 6:1-

41۔ البلد 11:90 تا 17

al-Balad 90:11-17-

42۔ زمخشری، جار اللہ، محمد بن عمر، **الکشاف عن غوامض التنزیل وعیون الاقاویل فی وجوہ التاویل**، ج3، ص:63

Zamakhsharī, Jār Allāh, Muḥammad ibn ʿUmar, al-Kashshāf ʿan Ghawāmiḍ al-Tanzīl wa ʿUyūn al-Aqāwīl fī Wujūh al-Taʾwīl, 3:63-

43۔ المدثر 18:74 تا 20

al-Muddaththir 74:18-20-

44۔ البلد 17:90

al-Balad 90:17-

45۔ زرکشی، بدر الدین، محمد بن عبد اللہ، **البرہان فی علوم القرآن**، ج4، ص:267

Zarkashī, Badr al-Dīn, Muḥammad ibn ʿAbd Allāh, al-Burhān fī ʿUlūm al-Qurʾān, 4:267-

46۔ النحل 123:16

al-Naḥl 16:123-

47۔ زرکشی، بدر الدین، محمد بن عبد اللہ، **البرہان فی علوم القرآن**، ج4، ص:268
Zarkashī, Badr al-Dīn, Muḥammad ibn ʿAbd Allāh, al-Burhān fī ʿUlūm al-Qurʾān, 4:268-

48۔ ایضا، ص:269
Ibid, 269-

49۔ الانعام 1:6
al-Anʿām 6:1-

50۔ المدثر 74:15،14
al-Muddaththir 74:14-15-

51۔ یونس 46:10
Yūnus 10:46-

52۔ القیامۃ 19:75
al-Qiyāmah 75:19-

53۔ الاعراف 11:7
al-Aʿrāf 7:11-

54۔ سیوطی، جلال الدین، عبد الرحمن بن ابی بکر، **الاتقان فی علوم القرآن**، الھیئۃ المصریۃ العامہ للکتاب، (الطبعۃ 1374ھ – 1994ء)، ج2، ص:343
Suyūṭī, Jalāl al-Dīn, ʿAbd al-Raḥmān ibn Abī Bakr, al-Itqān fī ʿUlūm al-Qurʾān, (al-Hayʾah al-Miṣriyyah al-ʿĀmmah lil-Kitāb, al-Ṭabʿah, 1374H/1994), 2:343-

55۔ الانعام 2:6
al-Anʿām 6:2-

56۔ التوبۃ 118:9
al-Tawbah 9:118-

57۔ آل عمران 111:3
Āl ʿImrān 3:111-

58۔ زرکشی، بدر الدین، محمد بن عبد اللہ، **البرہان فی علوم القرآن**، ج4، ص:269
Zarkashī, Badr al-Dīn, Muḥammad ibn ʿAbd Allāh, al-Burhān fī ʿUlūm al-Qurʾān, 4:269-

59۔ ایضا، ص:270
Ibid, 270-

60۔ المرسلٰت 77:17،16
al-Mursalāt 77:16-17-